احسان الٰہی ظہیر

موسیقی اور اسلام

حدیث بخاری پر اعتراضات اور ان کے جوابات

حرمتِ غناء کے بارہ میں بخاری شریف کی حدیث صریح لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف فیبیتہم اللہ الی آخرہ، کہ میری امت میں ایسے گروہ پیدا ہوں گے جو ریشم، زنا، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔ آپ نے فرمایا ان پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ انہیں پیس دیا جائے گا اور انہیں سوروں اور بندروں کی صورتوں میں مسخ کر دیا جائے گا۔" بیان کی جا چکی ہے اور اس پر ابن حزمؒ کے اعتراضات اور ان کے جوابات بھی گزر چکے ہیں، اس حدیث پر امام ابن حزمؒ کے علاوہ بھی چند لوگوں نے اپنے اپنے مبلغِ علم کے مطابق اعتراضات وایرادات کیے ہیں۔ اگرچہ وہ قابلِ توجہ اور لائقِ التفات تو نہیں پھر بھی مختصراً ان کا ذکر اور تجزیہ کیا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے۔

اعتراضِ اوّل

کہا جاتا ہے کہ:

"اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں معازف یعنی آلاتِ موسیقی کا ذکر نہیں اور بخاری کی روایت میں معازف کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لفظ زائد ہے حدیث کا ٹکڑا نہیں۔ اس لیے اس سے موسیقی پر استدلال درست نہیں کیونکہ امام بخاریؒ اس روایت کو اس لفظ کے ساتھ ذکر کرنے میں منفرد ہیں اور روایت میں تفرّد روایت کو درجہ استناد سے گرا دیتا ہے۔"

جواب

اولاً اس روایت کا اس لفظ زائد کے ساتھ بخاری میں ہونا ہی اس کی حجیّت کے لیے کافی ہے۔

ثانیاً۔ امام بخاریؒ لفظ معازف کے ذکر میں متفرد نہیں کہ صرف بخاری نے ہی اسے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہو بلکہ جیساکہ پہلے ذکر کرچکا ہوں اسے معازف کے لفظ کے ساتھ ابونعیم نے اپنی مستخرج میں، طبری نے معجم کبیر میں۔ اسماعیلی نے اپنی مستخرج میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ بخاری اس روایت میں منفرد ہے اسی طرح ہے جس طرح ابن حزم نے کہدیا تھا کہ بخاری کی یہ روایت معلق ہے جب کہ دوسری کتب حدیث میں یہ روایت موصولاً مروی ہے۔

ثالثاً۔ اعتراض کرنے والوں کو اس بات کا بھی علم نہیں، کہ اگر ان کی اس بات کو تسلیم بھی کرلیا جائے کہ صرف امام بخاریؒ نے ہی اس حدیث کو لفظ معازف کی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے تب بھی یہ روایت مرتبۂ استناد سے نہیں گرتی اس لیے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک زیادتی ثقہ روایت کی صحت میں اثر انداز نہیں ہوتی اور نہ ہی روایت میں تفرّد اسے پایۂ ثقاہت سے گراتا ہے۔

ابوبکر الخطیب مصطلح حدیث کی مشہور کتاب کفایہ میں رقمطراز ہیں:

"قال الجمهور من الفقهاء واصحاب الحديث زيادة الثقة مقبولة اذا انفرد بها [1]

یعنی جمہور فقہاء اور محدّثین کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادتی اس کے تفرّد کے باوجود مقبول ہے۔

اور خصوصاً جب کہ جملہ زائدہ دوسری روایت کے منافی بھی نہ ہو تو اس کی صحّت اور قبولیّت کے بارہ میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں تھا امام ابن حجرؒ شرح نخبہ میں، ابن الصلاحؒ اپنے مقدمہ "علوم الحدیث" میں۔ نوویؒ اپنے تقریب اور سیوطیؒ تدریب الراوی میں صراحتہً لکھتے ہیں کہ:

"ایسی روایت مقبول اور محتج بہا ہے۔"

ابن الصلاحؒ کے الفاظ ہیں:۔

الثاني ان لا يكون فيه منافاة و مخالفة اصلا كما رواه غيره

---

[1] الکفایہ ص ۴۲۴ طا ہند

کالحدیث الذی تفرد بروایة جملته ثقة و تعرض فیه لما رواہ الغیر بمخالفته اصلا فھذا مقبول [1]

اور ابن حجرؒ کے الفاظ ہیں:

لان الزیادۃ اما ان یکون لا تنافی بینھا وبین روایة من لم یذکرھا فھذا تقبل مطلقا لانھا فی حکم الحدیث المستقل الذی یتفرد بہ الثقة ولا یرویہ عن غیرہ [2]

یعنی اگر جملہ زائدہ اس روایت کے منافی نہ ہو جس میں یہ جملہ مذکور نہیں تو اس روایت کو بلا تردّد قبول کیا جائے گا اس لیے کہ اس کی حیثیت اس حدیث کی ہوگی جسے ایک ہی ثقہ راوی روایت کرتا ہے کوئی دوسرا اس روایت میں اس کا شریک نہیں (اور یہ معلوم ہی ہے کہ تفرّد بالروایت منافی حجت نہیں)

اور نوویؒ فرماتے ہیں:

"الثانی - مالا مخالفة فیہ کتفرد ثقة بجملة حدیث فیقبل" [3]

اور خطیب بغدادیؒ نے کفایہ میں لکھا ہے کہ:

" اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ "انفراد الثقة بالزیادۃ" حدیث میں باعث نقصان و عیب نہیں [4]

اور حدیث زیر بحث کا لفظ زائد نہ صرف یہ کہ دوسری روایت کے منافی نہیں اور زیادتی ثقہ ہے، بلکہ اس کی روایت میں لفظ زائد ہے جو امیر المومنین فی الحدیث کے منصب بلند پر فائز ہے اور جس کی وحافظے کے بارے میں کسی کو کلام نہیں۔ جب علماء حدیث اور ائمہ مصطلح کا عام ثقات کے زیادات کے متعلق یہ نقطۂ نگاہ ہو تو امام بخاری ایسے رجل جلیل کے متعلق کیا ہوگا؟

اعتراض دوم

اس روایت پر ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ:

---

[1] علوم الحدیث ص ۷۸ [2] شرح نخبۃ الفکر لابن حجر عسقلانی [3] تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی ص ۱۵۷ [4] الکفایہ للخطیب ص ۴۲۵

"جس طرح اس کی سند میں اضطراب ہے اسی طرح اس کے متن میں بھی اضطراب ہے۔ اس صورت میں کہ بعض روایات میں تو لفظ یستحلون آیا ہے اور بعض روایات میں اس کا ذکر نہیں۔ اسی طرح مسند احمد اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں یشرب ناس من امتی الخمر کے الفاظ آئے ہیں لہذا اس اضطراب فی المتن کی بنا پر اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔"

جواب

جہاں تک اضطرابِ سند کا معاملہ ہے اس کا جواب تو تفصیل سے گزر چکا ہے اور واضح کیا جاچکا ہے کہ اولاً تو اسمِ صحابی میں تردّد باعثِ قدح نہیں۔

ثانیاً یہ روایت بغیر تردّد کے بھی مروی ہے اور

ثالثاً ابن حبان وغیرہ نے اسے دونوں صحابیوں سے روایت کیا ہے۔

رہ گئی بات اضطرابِ متن کی تو یہاں بھی بنیادی طور پر ٹھوکر کھائی گئی ہے وہ یوں کہ معترض کو حدیث مضطرب کی صحیح تعریف کا علم نہیں۔ ورنہ وہ روایت میں اختلاف الفاظ کو اضطراب سے تعبیر نہ کرتا کیونکہ حدیث پر صرف اختلافِ الفاظ کی بنیاد پر نہیں بلکہ الفاظ روایت میں منافات کی بنا پر اضطراب کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر منافات نہ ہو یا منافات ہو اور ایک روایت اپنے رواۃ کے حافظہ مثلاً ثقاہت اور مروی عنہ سے کثرت صحبت کے لحاظ سے ترجیح رکھتی ہو تب بھی اس حدیث یا روایت کو روایتِ مضطربہ یا حدیثِ مضطرب کا نام نہیں دیں گے چنانچہ مشہور محدث امام ابن الصلاحؒ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں،

"المضطرب من الحديث هو الذى تختلف الرواية فيه فيرويه بعضهم على وجه و بعضهم على وجه آخر مخالف له، وانما نسميه مضطربا اذا تساوت الروايتان، اما اذا ترجحت احدهما بحيث لا تقاومها الاخرى بان يكون راويها احفظ او اكثر صحبة للمروى عنه او غير ذلك من وجوه الترجيحات المعتمدة فالحكم للراجحة ولا يطلق عليه حينئذ وصف المضطرب ولا له حكمه"[1]

---

[1] علوم الحدیث ص ۸۴ النوع التاسع عشر

"حدیث مضطرب وہ ہے جس کی روایت میں اختلاف ہو بعض اسے کسی طور پر بیان کریں اور کچھ اس انداز سے کہ دوسروں کی روایت سے مختلف بھی ہو اور مخالف بھی اور اس حدیث کو مضطرب تب کہا جائے گا جب دونوں روایتیں ہم پلہ ہوں اور اگر ایک روایت دوسری سے بلند نہ ہو کہ اس کے راوی حافظ کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہیں یا مروی عنہ سے ان کی ملاقات زیادہ ہے یا کسی اور قابل اعتماد سبب کی بنا پر انہیں ترجیح حاصل ہے تو اس بہتر روایت کو قبول کر لیا جائے گا اور ایسی صورت میں اس پر نہ تو حدیث مضطرب کے وصف کا اطلاق ہو گا اور نہ ہی اس پر حدیث مضطرب کا حکم چسپاں ہو گا۔"

اب جب ہم حدیث کی مختلف روایات کے الفاظ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں الفاظ تو مختلف نظر آتے ہیں لیکن ان میں باہم کوئی منافات نظر نہیں آتی۔ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ بات ہے کہ راوی نے بعض اوقات وہ الفاظ استعمال کیے جو بخاری شریف میں وارد ہوئے اور کبھی وہ الفاظ استعمال کیے جو مسند احمد اور ابن ابی شیبہ میں ذکر ہوئے اور مفہوم کی ادائیگی میں اور مقصود کے بیان میں ان کے درمیان نہ کوئی تضاد ہے اور نہ مخالفت۔

باقی رہی یہ بات کہ ایک ہی حدیث کی مختلف روایتوں میں الفاظ کا اختلاف جب کہ ان سے معنی و مطلوب میں کچھ فرق نہ پڑے۔ حدیث کی صحت اور مرتبہ پر کچھ اثر ڈالتا ہے کہ نہیں؟ اس بارہ میں تقریباً تمام اکابر ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے حدیث کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور یہ روایت بالمعنی کی قبیل سے ہے جس کے بارہ میں امام سیوطیؒ تدریب الراوی میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

قال۔ جمهور السلف والخلف من الطوائف منهم الائمة الاربعة يجوز بالمعنى في جميعه اذا قطع باداء المعنى لان ذلك هو الذي تشهد به احوال الصحابة والسلف ويدل عليه روايتهم القصة الواحدة بالفاظ مختلفة [1]

"سلف و خلف میں سے جمہور جن میں ائمہ اربعہ مالکؒ۔ ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ شامل ہیں، کا یہ نقطہ نگاہ ہے کہ معانی کا علم ہوتے وقت روایت بالمعنی جائز ہے کیونکہ صحابہ

---

[1] تدریب الراوی ص ۳۱۲

اور سلف صالح کے احوال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت بالمعنیٰ کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی واقعہ کو انہوں نے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔"

اور کچھ یہی بات ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اور خطیب بغدادی نے کفایہ میں اور ابن حجر نے شرح نخبہ میں اور ابن کثیر نے الباعث الحثیث میں کہی ہے

اور خطیب بغدادی نے تو اس سلسلہ میں متعدد احادیث سے بھی استشہاد کیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے ابن مندہ نے "معرفۃ الصحابۃ" میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بھی نقل کیا ہے:۔

قال اخبرني يعقوب بن سليمان بن أكثمة الليثي عن أبيه عن جده قال قلنا لرسول الله صلى الله عليه وسلم بأبينا أنت وأمنا يا رسول الله إنا نسمع الحديث فلا نقدر على تأديته كما سمعناه قال إذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلالا فلا بأس [1]

کہ اکثمہ لیثی کہتے ہیں ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کرتے ہوئے کہا کہ یارسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم آپ سے حدیث سنتے ہیں لیکن اسے انہی الفاظ میں ادا نہیں کر سکتے جن میں آپ سے سنتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا اگر ادائیگی حدیث میں (تمہیں مفہوم یاد ہو) تم حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ کرو تو الفاظ کی تبدیلی میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح سیوطی اور خطیب نے متعدد صحابہ سے بھی اس کی اجازت نقل کی ہے۔ بدیں وجہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں اس اعتراض پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے:۔

وأما الاضطراب في المتن فيجاب بأن مثل ذلك غير قادح في الاستدلال لأن الراوي قد يترك بعض ألفاظ الحديث تارة ويذكرها أخرى [2]

" کہ اضطراب فی المتن والے اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ راوی کبھی حدیث کے بعض الفاظ کا ذکر چھوڑ دیتا ہے اور کبھی ان کا تذکرہ کر دیتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1] الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۱۹۹ [2] نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۰۶

اعتراض سوم

سند حدیث پر ایک اعتراض اور کیا جاتا ہے کہ:۔

"اس کی سند میں ایک راوی صدقہ بن خالد ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں قال هشام بن عمار حدثنا صدقة بن خالد حدثنا عبد الرحمن بن یزید الخ اور صدقہ بن خالد ضعیف ہیں کیونکہ یحییٰ بن معین اس صدقہ کے بارہ میں فرماتے ہیں لیس بشئی کہ وہ کچھ بھی نہیں اور مروزی احمد بن حنبلؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے صدقہ کے بارہ میں فرمایا: لیس بمستقیم روایت حدیث میں صحیح نہیں۔ اسی لیئے تو ابن الملقن نے کہا تھا کہ ابن حزمؒ نے اگر اس حدیث کو ضعیف قرار دینا تھا تو انہیں اس کی بنیاد صدقہ پر رکھنی چاہیئے تھی"۔

جواب

اولاً اس کے جواب میں یہی کہ دینا کافی ہے کہ صدقہ رجال بخاری میں سے ہے اور کسی راوی کی توثیق کے لیے اس کا صحیحین کے رواۃ میں سے ہونا کافی ہے۔ جیسا کہ ائمہ رجال و مصطلح نے تصریح کی ہے اور شوکانی نے بھی نیل میں اسی پر اکتفا کیا ہے [1]

ثانیاً۔۔۔ امام ابن الملقن کو صدقہ کی تضعیف کے بارہ میں بھول ہوئی ہے اس لیئے کہ خود امام احمدؒ بن حنبل اور امام یحیی بن معین سے صدقہ کی توثیق ثابت ہے۔

رجال کی عظیم کتاب "تہذیب التہذیب" میں صدقہ ابن خالد کے بارہ میں خود امام احمدؒ کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں کہ:۔

میرے باپ نے صدقہ کو ثقہ قرار دیا ہے" قال عبد الله بن احمد عن ابیه ثقة ثقة لیس به باس اثبت من الولید بن مسلم صالح الحدیث [2]

اور یہی کچھ شیخ الاسلام ابن ابی حاتم الرازی نے رجال کی معرکۃ الآرا کتاب "کتاب الجرح والتعدیل" میں لکھا ہے کہ:۔

قال عبد الله قال ابی صدقة بن خالد ثقة ثقة لیس به باس اثبت من الولید بن مسلم [3]

---

[1] نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۰۶ [2] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۱۴ [3] کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ القسم الاول ص ۴۳۰

اور حدیث سے متعلق واقفیت رکھنے والوں کو علم ہے کہ دو دفعہ ثقہ ثقہ کہنا ثقاہت کے درجہ علیا پر دلالت کرتا ہے۔

اور یہی روایت حافظ مزیؒ نے خلاصہ تہذیب الکمال میں نقل کی ہے [1]

رہ گئے یحییٰ بن معین تو اسے بھی ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور ابن ابی حاتم نے جرح و تعدیل میں صدقہ کی توثیق ہی نقل کی ہے۔ ابن ابی حاتم کی روایت ہے:

حدثنا عبد الرحمٰن اخبرنا يعقوب بن اسحاق فيما كتب الى قال حدثنا عثمان بن سعيد قال سالت يحيى بن معين عن صدقة بن خالد فقال هو ثقة [2]

کہ عثمان بن سعید نے امام یحییٰ ابن معین سے صدقہ کے بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے اسے ثقہ قرار دیا۔

اور صدقہ ابن خالد کو صرف احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین ہی نے ثقہ نہیں قرار دیا بلکہ تمام علمائے حدیث اور ائمہ رجال نے انہیں ثقہ ہی کہا ہے اور کسی ایک قابل ذکر محدث و امام سے ان کی تضعیف مروی نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر العسقلانی ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

صدقة بن خالد الاموى ابو العباس الدمشقى ....

روى عن ابيه .... وعبد الرحمٰن بن يزيد ...... قال عبد الله بن احمد عن ابيه ثقة ثقة اثبت من الوليد بن مسلم صالح الحديث وقال ابن معين ودحيم وابن نمير والعجلى ومحمد بن سعد وابو زرعة وابو حاتم ثقة .... وقال النسائى فى الكنى وابن عمار ثقة [3]

کہ صدقہ بن خالد الاموی الدمشقی نے اپنے باپ اور عبدالرحمٰن بن یزید وغیرہ سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ امام احمد یحییٰ بن معین دحیم ابن نمیر العجلی محمد بن سعد ابو زرعہ۔ ابو حاتم امام نسائی اور ہشام بن عمار نے اسے ثقہ کہا اور قرار دیا ہے۔ انسے بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں

---

[1] خلاصہ تذہیب الکمال ص [2] کتاب الجرح والتعدیل جلد ۲ القسم الاول ص ۴۲۹ [3] تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۴۱۵

احادیث مروی ہیں۔

اور تقریباً یہی کچھ الجرح والتعدیل اور رجال کی دیگر کتابوں میں ہے اور کسی ایک نے کسی ایک امام حدیث ورجال سے ان کی تضعیف نقل نہیں کی۔ اسی لیے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے

وصدقة هذا ثقة عند الجميع ؎۱

نامعلوم ابن الملقن، نے کہاں سے ان کے بارہ میں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کی روایت نقل کر ڈالی جب کہ رجال کی تمام کتب میں اس کے برعکس ان دونوں سے دیگر اکابر علماء حدیث کی طرح ان کی توثیق ہی ثابت ہے بلکہ یحییٰ ابن معین سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا

صدقة بن خالد احب الى ابي مسهر من الوليد بن مسلم قال وهو احب الى من يحيى بن حمزة ؎۲

کہ صدقہ بن خالد امام ابو مسہر کے نزدیک مشہور راوی حدیث ولید بن مسلم سے بھی زیادہ محبوب تھے اور وہ میرے نزدیک ایک دوسرے راوی حدیث یحییٰ بن حمزہ سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن الملقن کو ایک دوسرے صدقہ دمشقی سے اشتباہ ہو گیا ہے جو نام اور شہر کی نسبت میں تو صدقہ کے ساتھ شریک تھے مگر وہ ابن خالد نہیں بلکہ ابن عبداللہ السمین ہیں اور ان ہی کے بارہ میں امام احمد اور امام ابن معین نے ابن الملقن کے ذکر کردہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر ارشاد فرماتے ہیں:۔

وذهل شيخنا ابن الملقن تبعا لغيره فقال لينه يعني ابن حزم اعلّ الحديث بصدقة قال ابن الجنيد روى عن يحيى بن معين ليس بشئ وروى المروزي عن احمد ذلك ليس بمستقيم ولم يرد منه هذا الذى قاله الشيخ خطأ انما قال يحيى واحمد ذلك فى صدقة بن عبد الله السمين وهو اقدم من صدقة بن خالد وقد شاركه فى كونه دمشقيا وفى الرواية عن بعض شيوخه

؎۱ فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۲ ؎۲ ایضاً

كزيد بن واقد واما صدقة بن خالد فقد قدمت قول احمد فيه الخ ؎

"خلاصۂ کلام کہ شیخ ابن الملقن نے احمد بن حنبل اور یحیٰ ابن معین کے وہ الفاظ صدقہ ابن خالد کے بارہ میں نقل کر دیے ہیں جو انہوں نے صدقہ بن عبد اللہ السمین الدمشقی کے بارہ میں کہے تھے۔ رہے صدقہ ابن خالد تو ابن حنبل اور ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے"۔

ثالثاً۔ اگر ایک لمحہ کے لیے صدقہ بن خالد کو ضعیف تصور کر بھی لیا جائے تب بھی روایت پایۂ استناد سے نہیں گرتی کیونکہ عبدالرحمٰن بن یزید سے تنہا صدقہ بن خالد ہی روایت نہیں کرتے بلکہ اسی حدیث کو عبدالرحمن بن یزید سے بشر بن بکر نے بھی روایت کیا ہے چنانچہ اسماعیلی اپنی مستخرج میں دحیم کے ذریعہ بشر بن بکر کے واسطے سے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت نقل کرتے ہیں۔ اس متابعت سے اگر صدقہ میں کچھ ضعف ہوتا بھی تو ختم ہو جاتا چہ جائیکہ وہ خود ثقہ اور صحیح راوی ہیں۔

اعتراض چہارم

چوتھی اور آخری بات جو اس حدیث کے بارے میں کہی گئی ہے یہ ہے کہ:

"اس سے حرمتِ غنا کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ اس حدیث میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔ زنا، ریشم، شراب اور موسیقی اور ان سب کے مجموعے پر حرمت وارد ہوئی ہے تنہا موسیقی پر نہیں۔ چنانچہ جناب جعفر شاہ پھلواری نواب صدیق الحسن کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں اس کا احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد ان تمام چیزوں کی مجموعی شکل ہو۔ اس صورت میں یہ کسی انفرادی تحریم کی دلیل نہ ہوگی .... اس کا سب سے بڑا ثبوت قرآن کریم کی یہ آیات ہیں۔ خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ الخ کہ اسے پکڑ کر گلے میں طوق ڈالو پھر اسے جہنم میں لے جاؤ پھر ستر گز کے حلقے والی زنجیر میں اسے جکڑ دو۔ یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کو کھلانے پر کسی کو نہیں ابھارتا تھا"

جواب

اولاً۔ یہ بات انتہائی غیر معقول اور غیر علمی ہے کہ چونکہ حکم تحریم چار چیزوں کے بارہ میں وارد ہوا ہے۔

؎ فتح الباری حوالہ مذکورہ

اس لیے ان کی حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب چاروں کا اجتماع ہو یعنی زنا اس وقت حرام ہوگا، جب اس کا ارتکاب ریشم کے کپڑے پہن کر شراب پی کر اور گانا سن کر کیا جائے یا شراب اسی وقت حرام ہوگی جب اسے پی کر ارتکاب زنا کیا جائے اور ریشم کا لباس پہنا جائے اور گانا سنا جائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں کوئی ایسا صاحب عقل اہل علم ہوگا جو یہ عقیدہ و نظریہ رکھتا ہو اور اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر موسیقی کے لیے یہ دور از کار تاویل کیوں گھڑی گئی؟

ظاہر ہے کہ شراب زنا موسیقی اور مردوں کے لیے ریشم الگ الگ بھی اسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ بیک وقت ان کا پینا، پہننا اور سننا حرام ہے ورنہ انفرادی طور پر زنا و شراب کو بھی اسی طرح جائز و حلال ماننا پڑے گا جس طرح مؤولین موسیقی کو جائز مانتے ہیں۔

ثانیاً۔ جعفر شاہ صاحب کا نواب صاحب سے استدلال بھی درست نہیں کیونکہ نواب صدیق الحسن خان رحمۃ اللہ علیہ کا فہم یا ان کا حدیث کے بارہ میں خیال کوئی شرعی حجت نہیں۔ اور پھر جب کہ خود نواب صاحب بھی ایسے مفہوم کو "محتمل" کے لفظ سے بیان کرتے ہیں۔ نیز نواب صاحب نے یہ عبارت اپنی جانب سے نہیں لکھی جیسا کہ پھلواری صاحب نے تاثر دینے کی کوشش کی ہے بلکہ اسے مجوزین موسیقی کے متمسکات کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ موسیقی کے جواز کے حامیوں کے اقوال — یہ ہیں۔

ثالثاً۔ قرآن حکیم کی جس آیت سے چاروں چیزوں کے مجموعہ کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے وہ آیت صرف ان کے استدلال کے منافی نہیں ہے بلکہ ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کہ رب کریم ارشاد فرماتے ہیں:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ [1]

کہ اسے پکڑ کر گلے میں طوق ڈالو پھر جہنم میں لے جاؤ پھر ستر گز کے حلقے والی زنجیر میں اسے جکڑ دو، یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر انگیخت نہ کرتا تھا۔

اگر یہ کہا جائے جہنم میں جانے کا سبب ان دو چیزوں کا اجتماع ہے عدم ایمان باللہ اور عدم اطعام مسکین ہے تو اس سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ گویا صرف اللہ پر عدم ایمان سبب عذاب اور دخول نار نہیں بلکہ عدم

---

[1] الحاقہ

ایمان اس وقت ضرر رساں ہوگا جب کہ مسکین سے پہلو تہی اور غفلت بھی اس کے ساتھ شامل ہو، حالانکہ ہر ذی علم اس بات کو جانتا ہے کہ اللہ پر ایمان کا نہ لانا اور مسکین کی نگہداشت اور تیمارداری نہ کرنا الگ الگ بھی اسی طرح اللہ کے غیظ و غضب کو بڑھکاتا ہے جس طرح ان دونوں سے پہلو تہی اور گریز۔

چنانچہ اس آیت سے تو اس بات کا ثبوت مہیا ہوتا ہے کہ جب حرمت میں چند امور اکٹھے ذکر کیے جائیں تو سب پر انفراداً بھی حرمت وارد ہوگی جس طرح کہ حدیث زیر بحث میں وارد ہوئی ہے۔ بنابریں امام شوکانیؒ نیل الاوطار میں ایسے کچھ بحثوں کے جواب میں اسی آیت کریمہ کو دلیل اور سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وثالثها انه يحتمل ان تكون المعازف المنصوص على تحريمها هي المقترنة بشرب الخمر .... ويجاب بان الاقتران لا يدل على ان المحرم هو الجمع فقط والا لزم ان الزنا المصرح به في الحديث لا يحرم الا عند شرب الخمر واستعمال المعازف واللازم باطل بالاجماع فالملزوم مثله، وايضاً يلزم في مثل قوله تعالى: انه كان لا يؤمن بالله العظيم ولا يحض على طعام المسكين، انه لا يحرم عدم الايمان بالله الا عند عدم الحض على طعام المسكين [1]

یعنی اگر موسیقی کو مجموعی شکل میں حرام اور انفرادی طور پر حلال کہا جائے تو پھر زنا کو بھی شرب خمر اور ضرب اوتار کے وقت حرام کہنا چاہیے ورنہ نہیں اور جس طرح یہ بات غلط ہے اسی طرح پہلی بات بھی بے بنیاد ہے اور ایسے ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آیت مذکورہ میں اللہ پر عدم ایمان اسی وقت حرام ہوگا جب کہ مسکین کے کھلانے پر انگیخت بھی نہ کی جائے۔ رہ گئی یہ بات کہ زنا شراب وغیرہ کی حرمت کے لیے دوسرے دلائل موجود ہیں تو جہاں ان کی حرمت پر دیگر دلائل موجود ہیں۔ وہاں موسیقی کی حرمت پر بھی الگ دلیلیں مل جاتی ہیں۔

شوکانیؒ کے الفاظ یہ ہیں:-

---

[1] نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۰۸

فان قیل تحریم مثل ھذہ الامور المذکورۃ فی الالزام قد علم من دلیل اخر فیجاب بان تحریم المعازف قد علم من دلیل اخر ایضاً [۱]

یہ تھے وہ چند اعتراضات جو حامیانِ موسیقی بڑے طمطراق کے ساتھ بخاری شریف کی اس حدیث صحیح و صریح پر کرتے ہیں اور جن کے جوابات ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ مناسب تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیے ہیں۔ ان کے بعد ہم نہیں سمجھتے کہ کسی بھی مسلمان اور اہلِ علم کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے موسیقی کی حرمت میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ صحبت میں ہم ان دیگر دلائل کا ذکر کریں گے جو حرمت موسیقی کے بارہ میں وارد ہوئے ہیں۔

(جاری ہے)

عمرؓو بن العاص

کے لیے بد عہدی کا ارتکاب کیا؟ اور کیا خداوند قدوس کی پیش گاہ میں پیشی کے قریب انہوں نے اپنے نامۂ اعمال کی نورانیت کو خود غرضی کی شب تار کے سپرد کر دیا؟ انا للہ و انا الیہ راجعون

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد وائے گر پس امروز بود فردائے

(جاری ہے)

نظام تعلیم

کے وجود پر استہزا سکھایا جاتا ہے اور لادینی اور دہریت کی تعلیم دی جاتی ہے اور لطف یہ کہ بعض مسلمان نوجوان استاد خدا کے انکار پر دلائل دینا باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ غیروں کی نقالی کرتے ہوئے خدا کے وجود کو انسانی دماغ کی اختراع قرار دیتے ہیں۔ نظام تعلیم ایسا ہونا چاہیے کہ ہم من حیث القوم اللہ پر محکم ایمان رکھیں اور عقیدۂ رسالت و آخرت میں سخت یقین ہو

---

[۱] حوالہ مذکور